تحفظ نسواں بل یا نظریات کا تصادم

مولانا قاری محمد حنیف جالندھری
ناظم اعلیٰ وفاق المدارس العربیہ پاکستان

''حدود آرڈی نینس'' اور دیگر شرعی قوانین کے خلاف ایک عرصے سے برسرپیکار مغربی استعمار، بین الاقوامی سیکولر لابیوں اور اندرون ملک ان کے ہمنواؤں کی مسلسل جدوجہد اور غوغا آرائی کے نتیجے میں ''تحفظ نسواں بل'' کو بالآخر قومی اسمبلی سے منظور کرالیا گیا جو پاکستان کی تاریخ کا ایک المناک باب اور وہ دن ملک کے لئے یوم سیاہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کی قومی اسمبلی میں اسلامی اقدار، پاکستان کے اسلامی تشخص اور اس سلسلے میں دستور پاکستان کے اندر دی گئی تمام تر ضمانتوں کو پامال کرتے ہوئے قرآن وسنت سے صریحاً متصادم قانون منظور کرایا گیا ہے۔

حکومت اور اس کے کارندے مسلسل اس بات پر مصر ہیں اور ان کی جانب سے تواتر کے ساتھ یہ دعویٰ کیا جارہا ہے کہ اسمبلی سے پاس کئے جانے والے بل میں کوئی خلاف اسلام بات شامل نہیں اور یہ کہ یہ بل عین قرآن وسنت کے موافق ہے۔ حالانکہ یہ سراسر غلط اور خلاف واقع ہے بلکہ درحقیقت اس بل میں بہت ساری باتیں غیر اسلامی اور قرآن وسنت کے بالکل خلاف ہیں جن کو حکومت کے استفسار پر انہی کی نامزد کردہ علماء کمیٹی نے مذکورہ بل پر غور وخوض کے بعد حکومت پر واضح کردیا تھا جنہیں ہم یہاں مختصراً ذکر کرتے ہیں:

(۱) ''زنا بالجبر'' کی سزا ''حد'' کو ختم کرکے اسے ''تعزیر'' میں شامل کیا گیا ہے جو کہ صراحتاً کتاب اللہ میں ترمیم وتبدیلی کے مترادف ہے۔ (۲) غیر شادی شدہ مرد یا عورت جب زنا کے مرتکب ہوں تو کتاب اللہ میں ان کے لئے ۱۰۰ کوڑوں کی سزا تجویز کی گئی ہے جب کہ بل میں کوڑوں کی سزا کو ختم کرکے اس کی جگہ قید کی سزا رکھی گئی ہے، یہ بھی کتاب اللہ کے حکم میں واضح ترمیم ہے۔ (۳) مذکورہ بل میں حدود آرڈی نینس کی دفعہ ۲ کی شق نمبر ۵ کو ختم کردیا گیا ہے جس کی رو سے اگر عدالت کسی ملزم کو حد کی سزا سنائے تو حکومت کو اس میں تبدیلی یا تخفیف کا اختیار حاصل ہوتا ہے، یہ قرآن وسنت کے خلاف ہے۔ قرآن کریم میں واضح طور موجود ہے کہ ''جب اللہ اور اس کا رسول کوئی فیصلہ کردیں تو کسی مومن مرد یا عورت کو یہ حق نہیں ہے کہ پھر اس معاملے میں ان کا کوئی اختیار باقی رہے''۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق جب کسی شخص کے خلاف عدالتی کارروائی کے نتیجے میں حد کا فیصلہ ہوجائے تو پھر اس میں کسی کو بھی معافی یا تخفیف کا اختیار نہیں۔ (۴) شریعت

میں حد کے قیام کی شرط بلوغ ہے اور اس کا دارومدار بلوغ پر ہے نہ کہ عمر پر جب کہ بل میں بلوغ کی بجائے ۱۶ سال کی عمر کو مدار بنایا گیا ہے۔ یہ بھی خلاف شریعت ہے۔ (۵) ''قذف آرڈی نینس'' میں ترمیم کر کے مرد کو چھوٹ دی گئی ہے کہ وہ عورت کے مطالبے کے باوجود لعان کی کارروائی میں شرکت سے انکار کر کے عورت کو معلق چھوڑ دے۔ یہ شق بھی قرآن کریم کے حکم کے منافی ہے۔ (۶) اسی آرڈی نینس میں یہ ترمیم بھی قرآن وسنت کے منافی ہے کہ عورت کے رضا کارانہ اقرار جرم کے باوجود اسے سزا نہیں دی جا سکے گی۔

قارئین کرام! آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ حکومت جس طرح ڈھٹائی سے بل کو قرآن وسنت کے موافق قرار دے رہی ہے کیا وہ حقیقت میں بھی ایسا ہے یا نہیں؟ مندرجہ بالا حقائق سے اس کی حقیقت بخوبی واضح ہو جاتی ہے۔

حکومت نہ صرف یہ بلکہ اس کے ساتھ ساتھ عوام کو یہ بھی باور کرا رہی ہے کہ وہ مذکورہ بل کے ذریعے مظلوم عورتوں کی دادرسی اور ان کے حقوق کو تحفظ فراہم کرنا چاہتی ہے۔ چنانچہ اسی بناء پر بل کو ''تحفظ حقوق نسواں بل'' کا نام دیا گیا ہے لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا مذکورہ بل میں خواتین کے حقوق کا تحفظ کیا گیا ہے یا ان کا مزید استحصال؟ اگر ہم اس سلسلے میں حکومتی اراکین اور ان کے حامیوں کی طرف سے کئے جانے والے غلط پروپیگنڈے سے متاثر ہوئے بغیر اس بات کو حقیقت پسندی کی نگاہ سے دیکھنے کی کوشش کریں تو تمام تر صورت حال بالکل واضح ہو جائے گی۔ ذیل میں اس کی چند ایک مثالیں پیش خدمت ہیں:

(۱) کوئی خاتون کسی شخص کے خلاف ''زنا بالجبر موجب حد'' کا مقدمہ دائر کرتی ہے، لیکن اگر کسی بناء پر عدالت میں وہ ''موجب حد جرم'' ثابت نہ ہو سکے تو عدالت اس ملزم کو بری کر دے گی اور اس کے پاس خاتون کی دادرسی کے لئے ملزم کو تعزیری سزا دینے کا کوئی اختیار نہیں ہوگا چنانچہ اس خاتون کے پاس اس ظلم پر صبر کرنے کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہیں ہوگا، سوائے اس کے کہ وہ از سر نو عدالت سے رجوع کرے جو کہ ناانصافی ہے۔

(۲) اگر کوئی شخص زنا بالجبر کا مرتکب ہو تو شریعت نے اس کے لئے سخت سزا مقرر کر رکھی ہے تا کہ عوام کو اس سے عبرت حاصل ہو اور آئندہ کے لئے اس جرم کا سدباب ہو سکے، اسے مذکورہ بل میں ختم کر کے اس کی جگہ معمولی قید کی سزا رکھی گئی ہے۔ چنانچہ اس سے خواتین کو تحفظ کی بجائے ان سے زیادتی کرنے والوں کو تحفظ ملے گا۔

(۳) زنا اگر چار گواہوں سے ثابت نہ ہو سکے تو خواتین کے ساتھ بد سے بدتر فحاشی اور بدکاری کے ارتکاب پر ہر قسم کی سزا ختم کر دی گئی ہے جس سے نہ صرف یہ کہ فحاشی کو فروغ حاصل ہوگا، بلکہ اس سے غیرت کے نام پر لوگوں کو قانون ہاتھ میں لینے کی حوصلہ افزائی ہوگی۔

(۴) اگر زنا بالجبر میں ملوث کوئی ملزم یہ کہے کہ اس نے عورت کی رضامندی سے اس کے ساتھ زنا کیا تھا اور وہ بات کا کوئی شبہ پیدا کرے تو عدالت اس کو بری کر دے گی۔ یہ عورت کے ساتھ ناانصافی ہے۔

(۵) زنا اور بدکاری کے سدباب کے لئے پولیس کا کردار بالکل ختم کر دیا گیا ہے چنانچہ بل کی رو سے فحاشی اور

بدکاری اب ''ریاست'' کا جرم نہیں رہا جب کہ اس سے قبل قانوناً یہ اسٹیٹ کے خلاف جرم بھی تھا۔ نا قابل دست اندازیٔ پولیس بنائے جانے کے بعد بے حیائی اور فحاشی کے مرتکب افراد کو قانون کا کوئی خوف نہ ہوگا۔ اب مقدمہ سیشن کورٹ میں درج کرانا ہوگا۔ سیشن کورٹ ہر جگہ نہیں ہوتی اور دو تین بجے کے بعد اگلی صبح تک اور چھٹی کے دن بند رہتی ہے۔ کیا اس طرح انصاف کا حصول، بے حیائی کا لسدباب اور مجرم کے خلاف کارروائی مشکل نہیں ہو جائے گی۔ نیز لوگوں کے قانون کو ہاتھ میں لینے اور خود فیصلے کرنے کا دروازہ نہیں کھل جائے گا۔

اس کے علاوہ تحفظ نسواں بل تکنیکی اور فنی پیچیدگیوں کے ساتھ ساتھ دوسری کئی خرابیوں پر مشتمل ہے۔ مثال کے طور پر ''زنا موجب حد'' کے لئے بل میں جو سخت ترین شرائط ہیں وہ بعض اوقات کسی بناء پر پوری نہیں ہو پاتیں۔ چنانچہ ایسی صورت میں عدالت ملزم کو تعزیری سزا دینے کا اختیار نہ رکھنے کی وجہ سے اس کے حوصلے مزید بلند ہو جائیں گے اور یہی چیز بار بار اس کو جرم پر اکسائے گی جس سے ملک میں فحاشی کو فروغ ملے گا اور یوں قانون کی چھتری تلے اسلام کے نام پر وجود میں آنے والے اس ملک میں فحاشی کا ایک سیلاب امڈ آئے گا۔

اسی طرح مذکورہ بل کی وجہ سے نوجوان جوڑوں کو بغیر نکاح اکٹھے رہنے کا جواز مل جائے گا اور ان کے آپس میں تعلقات پر انتظامیہ کوئی اقدام نہیں کر سکے گی۔ حتی کہ اگر کوئی دوسرا فرد اس پر اعتراض یا اس کی نشاندہی کرے تو الٹا اسی کو قذف کی سزا بھگتنا پڑے گی۔

مندرجہ بالا معروضات سے یہ ثابت ہو گیا کہ مذکورہ بل نہ صرف قرآن وسنت کے صریح طور پر متصادم اور معارض ہے بلکہ اس میں خواتین کے تحفظ کی کوئی بات نہ ہونے کے ساتھ ساتھ یہ بل ان کے لئے مزید مشکلات اور مسائل پیدا کرنے کا سبب بھی ہے۔ اسی طرح یہ بہت ساری خرابیوں اور منفی پہلوؤں کو بھی اپنے اندر لئے ہوئے ہے۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ بایں ہمہ حکومت اور بعض دیگر حلقوں کی طرف سے اس بل کا اتنا ڈھنڈورا کیوں پیٹا جا رہا ہے؟ اور کیوں مشرق ومغرب میں اس ''کارنامے'' پر فتح کے شادیانے بجائے جا رہے ہیں؟ آئیں اس پر غور کریں۔

جنرل ضیاء الحق مرحوم کے دور حکمرانی میں علماء کرام کی مشاورت سے تشکیل پانے والے حدود آرڈیننس کے خلاف اس کے منظوری کے پہلے ہی دن سے اندرون وبیرون ملک ایک مخصوص نظریئے ''سیکولرازم'' کے حامی لوگوں نے واویلا شروع کر دیا تھا لیکن پاکستان کے اسلام پسند عوام نے کبھی بھی ایسی آوازوں پر کان دھرا اور نہ ہی انہیں درخور اعتنا سمجھا۔ یہی وجہ ہے کہ گزشتہ ۲۷ سالوں کے دوران کسی بھی حکومت کو اس آرڈیننس میں ترامیم یا انہیں چھیڑنے کی جرأت نہیں ہو سکی اور یوں سیکولرازم کے علمبردار اپنے ناپاک عزائم کو کبھی بھی عملی جامہ نہ پہنا سکے۔

۱۱ ستمبر کے واقعے کے بعد جہاں عالمی سیاست کے اقدار و روایات بدلے اور مختلف ممالک کی پالیسیوں کے نئے رخ متعین ہوئے تو لادینیت کا نظریہ رکھنے والے افراد نے اس موقع کو غنیمت سمجھتے ہوئے اپنی تمام تر حشر سامانیوں کے ساتھ میدان عمل میں کود پڑے۔ اس گروہ کو پہلی مرتبہ کھل کر کھیلنے کا موقع مل گیا۔ اس سلسلے میں میڈیا کے ذریعے اربوں روپے خرچ

کر کے ایسی پروپیگنڈہ مہم چلائی گئی کہ پاکستان کا گویا واحد مسئلہ ہی یہی (حدود آرڈی نینس میں ترامیم) ہے اور یوں پروپیگنڈے کے زور پر وہ اس میں ترامیم کروانے میں کامیاب بھی ہو گئے۔ اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ نسواں بل کی منظوری دراصل پاکستان کے اندر سیکولرازم یعنی لا دینیت کے نفاذ کی طرف پہلا قدم ہے۔ اس کے بعد بتدریج امتناع قادیانیت، ناموس رسالت اور پاکستانی آئین میں موجود دیگر اسلامی دفعات میں حذف و ترامیم کی باری آئے گی۔ چنانچہ واضح ہو گیا کہ اس وقت پاکستان کے اندر تحفظ نسواں بل سے پیدا شدہ صورت حال نہ تو سیاسی تنازع ہے اور نہ ہی معاشرے کی مظلوم عورتوں کے تحفظ کا کوئی مسئلہ، بلکہ اب تو یہ نظریات کے تصادم اور انکار کے ٹکراؤ کا ایک عنوان بن گیا ہے جس میں ایک طرف سیکولرازم اور لا مذہبیت کے علمبردار ہیں جب کہ دوسری جانب مذہب اور اہل مذہب۔ چنانچہ سیکولرازم کے حامیوں کے مندرجہ ذیل اغراض و مقاصد ہیں:

(۱) مملکت خداداد اسلامی جمہوریہ پاکستان کا مذہبی تشخص ختم کرنا۔ (۲) ملک میں سیکولرازم اور لادینیت کو رواج دینا۔ (۳) آئین میں موجود قرآن وسنت کی بالادستی کو ختم کرنا۔ (۴) ملک میں فحاشی اور بے حیائی کو تحفظ دے کر اسے مغربی تہذیب و ثقافت میں ڈھالنا۔

ان اغراض و مقاصد کے حصول و تکمیل کے لئے تحفظ نسواں بل کے نام سے نام نہاد بل قومی اسمبلی سے منظور کروانے کے ساتھ ساتھ حکمران گروہ کی طرف سے ملک کے دیندار عوام اور تمام دینی حلقوں کو انتہا پسند قرار دیتے ہوئے ان کے خلاف روشن خیالی کے نام سے جو اعلان جنگ کیا گیا ہے وہ مستقل طور پر ایک لمحہ فکریہ ہے۔ اور اس وقت پورا ملک اس چیلنج سے نمٹنے کے لئے دینی قیادت کی طرف دیکھ رہا ہے اور عوام ان کے اشاروں کے منتظر ہیں۔ چنانچہ ملک بھر کے مختلف دینی مکاتب فکر کے سرکردہ علماء نے آپس میں مل کر ملک میں آنے والے سیکولرازم اور لادینیت کے طوفان کو روکنے کے لئے ''مجلس تحفظ حدود اللہ پاکستان'' کے نام سے ایک پلیٹ فارم قائم کیا ہے جو ملک بھر میں تحریک کو منظم کرتے ہوئے حدود شرعیہ اور دیگر دینی امور کے تحفظ کے لئے میدان عمل میں اترے گا۔ جس کے پہلے مرحلے میں ۲۷ نومبر ۲۰۰۶ء کو جامعہ اشرفیہ لاہور میں علماء کرام اور دینی کارکنوں کا ملک گیر کنونشن طلب کیا گیا ہے جس میں تمام دینی مکاتب فکر کے علماء کرام اور عوام شریک ہو کر پاکستان کے اسلامی تشخص اور دستور پاکستان کی اسلامی دفعات کے تحفظ کے لئے تجدید عہد کریں گے اور سیکولر حکمرانوں کی طرف سے اسلامی قوانین اور دینی حلقوں کے خلاف جو طبلِ جنگ بجایا گیا ہے اس کا سامنا کرنے کے لئے اپنی جدوجہد اور لائحہ عمل کا اعلان کریں گے۔

''مجلس تحفظ حدود اللہ پاکستان'' کے فورم سے یہ جدوجہد خالص غیر سیاسی ہوگی اور بلاتفریق اس میں ہر اس شخص کا خیر مقدم کیا جائے گا جو پاکستان میں اسلامی اقدار کا تحفظ اور مغربی تہذیب و ثقافت کو روکنے کا خواہاں ہو۔ یہ تحریک موجودہ سیاسی کشمکش سے لاتعلق رہتے ہوئے ۱۹۷۴ء کی ''تحریک تحفظ ختم نبوت'' کی طرز پر صرف دینی حوالوں سے اپنی جدوجہد کو منظم کرے گی اور ملک کی تمام دینی جماعتوں کو اس میں شریک کیا جائے گا۔ ☆......☆